Quarterly Research Journal "Al-Qudwah", Volume 03, Issue 01, Jan-Mar 2025

AL-QUDWAH

ISSN(P): 2959-2062 / ISSN(E): 2959-2054

https://al-qudwah.com

نظم قرآن سے متعلق مولانا اصلاحیؒ اور جمہور کے نظریات کا تقابلی مطالعہ

A Comparative Study of Mawlana Islahi's and the Majority's Perspectives on *Nazm al-Qur'an*

ABSTRACT

The concept of Nazm al-Qur'an (coherence in the Qur'an) has been a subject of scholarly debate among Islamic scholars. This article presents a comparative analysis of the perspectives of Mawlana Amin Ahsan Islahi and the majority of classical exegetes (Jumhur Mufassirin) regarding Nazm al-Qur'an. While both Islahi and the majority of scholars acknowledge the significance of coherence in the Qur'an, differences emerge in their conceptualization and application. Islahi asserts that Nazm al-Qur'an is definitive (qat'i), whereas the majority of scholars consider it speculative (zanni). Furthermore, Islahi assigns Nazm al-Qur'an a fundamental role in interpretation, making it the primary framework, whereas classical scholars regard it as one of several interpretive principles rather than the central one. A key distinction is Islahi's subordination of external sources, such as Hadith, Asbab al-Nuzul, and reports from the Companions and Successors, to the coherence of the Qur'an. In contrast, classical exegetes incorporate all interpretive sources without strictly subordinating them to Nazm al-Qur'an. This comparative study highlights the epistemological and methodological differences that shape their approaches to Qur'anic interpretation.

Keywords:*Nazm al-Qur'an, Coherence, Qur'anic Interpretation, Amin Ahsan Islahi, Classical Exegesis, Methodology*

AUTHORS

Dr. Mazhar Hussain*
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Narowal:
mazhar.hussain@uon.edu.pk

Dr.Hafiz Falak Shair Faizi**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore:
dr.falak@um.edu.my

Date of Submission: 15-01-2025
Acceptance: 28-01-2025
Publishing: 05-03-2025

Web: https://al-qudwah.com/
OJS: https://al-qudwah.com/index.php/aqrj/user/register
e-mail: editor@al-qudwah.com

****Correspondence Author:***
Dr.Hafiz Falak Shair Faizi**Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore.

مولانا امین احسن اصلاحی[1] رحمۃ اللہ علیہ نظم قرآن کے قائل ہیں۔ انہوں نے نظم قرآن کے تصور میں زیادہ تر رہنمائی اپنے استاد مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ سے لی ہے اور نظم قرآن کا ایک جامع نظریہ پیش کیا ہے۔ انہوں نے نظم قرآن کے نظریے کے مطابق قرآن مجید کی مکمل تفسیر لکھی ہے جس کا نام "تدبر قرآن" ہے۔ یہ تفسیر نو(9) جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس تفسیر میں مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم قرآن کو عملی صورت میں پیش کیا ہے اور اپنے نظم قرآن کے تصور کا انطباق کیا ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نے آیات کے عمومی ربط پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ہر سورت کو ایک وحدت اور پورے کلام کو کلام واحد کی صورت میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں نظم آیات، نظم سورت، سورتوں کا باہمی نظم اور قرآن کے مکمل نظم کو پیش کیا ہے۔ اس لئے ان کا نظم قرآن کا تصور ایک جامع تصور ہے اور اس میں جمہور مفسرین کی نسبت وسعت پائی جاتی ہے۔ مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں عمود کا تصور پیش کیا ہے۔ ان کے نزدیک ہر سورت کا ایک عمود ہوتا ہے۔ عمود سے مراد ہر سورت کا ایک مرکزی موضوع ہے۔ اپنی تفسیر میں انہوں نے ہر سورت کی تفسیر بیان کرنے سے پہلے اس کا عمود بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے قرآن کی سورتوں کو سات گروپوں میں تقسیم کیا ہے اور ان گروپوں میں سے ہر گروپ کا بھی ایک عمود بیان کیا ہے۔

مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ آیات کے درمیان باہمی ربط بیان کرتے ہیں۔ وہ آیات کے درمیان ترتیب کے ساتھ ربط بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس ربط میں وہ ایک ہی توجیہ بیان کرتے ہیں جو ان کے نزدیک نظم قرآن سے سامنے آتی ہے۔ بعض دوسرے مفسرین کی طرح وہ کئی توجیہات بیان نہیں کرتے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ ایک سورت کی تمام آیات بغیر کسی تکلف کے غیر محسوس انداز میں باہم مربوط اور منظم نظر آتی ہیں۔ مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ سورت کی تفسیر نظم قرآن کی روشنی میں کرتے ہیں۔ ان کا سورت کے نظم کا طریقہ عام طور پر باقی مفسرین سے مختلف ہے۔ وہ سب سے پہلے سورت کا ایک عمود (اصل موضوع) بیان کرتے ہیں اور باقی سورت کو اس عمود کی روشنی میں ایک وحدت میں ڈھال دیتے ہیں۔ وہ سورت کے نظم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ہر سورہ ایک مستقل وحدت ہے۔ اس کا علیحدہ عنوان و موضوع (عمود) ہے اور اس سورت کے تمام اجزائے کلام اس عنوان و موضوع سے نہایت گہری وابستگی رکھتے ہیں۔"[2]

مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ عمود بیان کرنے کے بعد اس سورت کا سابقہ سورت کے ساتھ ربط و تعلق بیان کرتے ہیں۔ پھر وہ سورت کے مطالب کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ مطالب سے مراد وہ موضوعات ہیں جو آیات میں بیان ہو رہے ہیں۔ مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ ان مطالب کے باہمی ربط پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس کے بعد سورت کی آیات کو مختلف مجموعوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ ان کا ترجمہ، تفسیر اور نظم بیان کرتے ہیں۔ اس طرح سے وہ

---

[1] ۔ مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ 1904ء میں اعظم گڑھ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر سے فارغ تحصیل ہوئے۔ آپ مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص تھے۔ ان کے علم سے ایک لمبے عرصے تک فیض یاب ہوئے۔ مولانا اصلاحیؒ نے 1941ء میں جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔ 1947ء میں پاکستان تشریف لائے۔ 1958ء میں جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کی اور اپنے علمی کام کو جاری رکھا۔ آپ نے اپنی تفسیر "تدبر قرآن" 1980ء میں مکمل کی۔ آپ 15 دسمبر 1997ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں سے تدبر قرآن، مبادی تدبر قرآن اور مبادی تدبر حدیث ہیں۔

[2] ۔ اصلاحی، مولانا امین احسن، تدبر قرآن، ج1، ص24، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 2009ء

سورت کو ایک وحدت میں ڈھال دیتے ہیں اور تمام آیات اور ان کے موضوعات کو ایک ہی عمود کے تحت بیان کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ سورت ایک ہی عمود کے تحت منظم اور مربوط نظر آتی ہے۔ مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"نظم کا مطلب یہ ہے کہ ہر سورہ کا ایک خاص عمود یا موضوع ہوتا ہے۔ اور سورہ کی تمام آیتیں نہایت حکیمانہ مناسبت اور ترتیب کے ساتھ اس موضوع سے متعلق ہوتی ہیں۔ سورہ کے بار بار مطالعہ سے جب سورہ کا عمود واضح ہو جاتا ہے اور سورہ کی آیات کا تعلق بھی اس عمود کے سامنے آ جاتا ہے تو پوری سورت آیات کا متفرق مجموعہ ہونے کی بجائے ایک نہایت حسین وحدت بن جاتی ہے۔"[3]

مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے تصور نظم قرآن میں سورتوں کے باہمی نظم میں دو باتیں ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ باقی مفسرین کی طرح مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ ہر سورت کے شروع میں اس کا سابقہ سورت سے ربط بیان کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں وہ تمام سورتوں کو باہم جوڑ دیتے ہیں اور ان کو ایک ہی لڑی میں پرو دیتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے ہر دو متصل سورتوں کو جوڑے کی شکل میں پیش کیا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن مجید میں سورتیں جوڑے جوڑے کی شکل میں ہیں اور جوڑے میں دو سورتوں کے مضامین میں ایک مطابقت پائی جاتی ہے۔ مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر جوڑے کے درمیان نظم بیان کیا ہے۔ وہ "تدبر قرآن" کے مقدمہ میں بیان کرتے ہیں:

"ہر سورہ زوج زوج ہے یعنی ہر سورہ اپنا ایک جوڑا اور مثنی بھی رکھتی ہے۔ اور ان دونوں میں اسی طرح کی مناسبت ہے جس طرح کی مناسبت زوجین میں ہوتی ہے۔ یعنی ایک میں جو خلا ہوتا ہے دوسری اس خلا کو بھرتی ہے۔ ایک میں جو پہلو مخفی ہے دوسری اس کو اجاگر کرتی ہے اور اس طرح دونوں مل کر چاند اور سورج کی شکل میں نمایاں ہوتی ہیں۔ بڑی سورتوں میں اس کو بقرہ اور آل عمران کی مثال سے اور چھوٹی سورتوں میں معوذتین سے سمجھیے۔"[4]

اس طرح سے مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام سورتوں کو جوڑے کی صورت میں پیش کیا ہے اور ہر جوڑے کے درمیان تعلق بھی واضح کیا ہے۔ وہ سورۂ فاتحہ کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سورت قرآن کا دیباچہ ہے۔ اسی طرح وہ بعض سورتوں کو ضمنی حیثیت دیتے ہیں اور ان کو کسی مستقل سورت کے مستقل جوڑے کا حصہ قرار نہیں دیتے بلکہ اپنی ماسبق سورت کے کسی ایک اہم پہلو کی وضاحت کے طور پر قرار دیتے ہیں۔ اس کی ایک مثال مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں یہ ہے:

"اس کی ایک مثال سورۂ حجرات ہے جو اپنی سابق سورہ کی ایک آیت کی توضیح کی حیثیت رکھتی ہے۔"[5]

مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کا ایک مجموعی نظام پیش کیا ہے۔ یہاں نظام سے مراد نظم ہی ہے۔ اس نظام میں انہوں نے پورے قرآن کی تمام سورتوں کو سات گروپوں میں تقسیم کیا ہے:

i. پہلا گروپ سورۃ الفاتحہ سے سورۃ المائدۃ تک ہے۔

---

[3] ۔ اصلاحی، مولانا امین احسن، مبادی تدبر قرآن، ص195، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 1996ء

[4] ۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج1، ص26

[5] ۔ ایضا، ص27

ii. دوسرا گروپ سورۃ الانعام سے سورۃ التوبہ تک ہے۔

iii. تیسرا گروپ سورۂ یونس سے سورۃ النور تک ہے۔

iv. چوتھا گروپ سورۃ الفرقان سے سورۃ الاحزاب تک ہے۔

v. پانچواں گروپ سورۂ سباء سے سورۃ الحجرات تک ہے۔

vi. چھٹا گروپ سورۂ ق سے سورۃ التحریم تک ہے۔

vii. ساتواں گروپ سورۃ الملک سے سورۃ الناس تک ہے۔[6]

مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے ہر ایک گروپ کا ایک عمود بیان کیا ہے جو اس کا مرکزی مضمون ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ہر گروپ کا بھی ایک جامع عمود ہے اور اس گروپ کی تمام سورتیں اسی جامع عمود کے کسی خاص پہلو کی حامل ہیں۔"[7]

ان میں سے ہر گروپ کا موضوع قائم کرنے کے بعد مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نے اس گروپ کی سورتوں کے درمیان ربط قائم کیا ہے اور انہیں ایک ہی نظم میں پرو دیا ہے۔ مزید یہ کہ انہوں نے سورۃ الفاتحہ کو قرآن مجید کا دیباچہ قرار دیا ہے۔ اس طرح سے ان کے نظم قرآن کے نظریے کے مطابق پورا قرآن ایک دیباچے اور سات گروپوں پر مشتمل ہے۔ ایک ضمنی بات یہ ہے کہ انہوں نے سورۃ الفاتحہ کو پہلے گروپ میں بھی رکھا ہے اور اسے پہلے گروپ کا بھی دیباچہ قرار دیا ہے۔ پس مختصر طور پر مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کا قرآن مجید کے مجموعی نظام کا تصور یہ ہے کہ قرآن مجید ایک مرتب اور منظم کتاب ہے جو ایک دیباچے اور سات ابواب (گروپوں) پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ہر باب کا ایک مستقل موضوع ہے اور اس باب میں موجود تمام سورتیں اسی موضوع کی عکاسی کرتی ہیں۔ یہ سات ابواب مل کر ایک ہی کتاب تشکیل دیتے ہیں۔

جمہور مفسرین نے نظم قرآن پر مختلف طریقوں سے کام کیا ہے۔ بعض مفسرین نے نظم قرآن کے مطابق قرآن مجید کی مکمل تفاسیر لکھیں۔ انہوں نے پورے قرآن کے درمیان مناسبات بیان کئے۔ ایک سورت کی تمام آیات کے درمیان ربط و مناسبات بیان کئے اور ان کو ایک لڑی میں پرو کر ایک وحدت کی شکل دے دی۔ پھر سورتوں کے درمیان بھی مناسبات بیان کر کے تمام سورتوں کو باہم مربوط کر دیا۔ اس طرح سے انہوں نے ثابت کر دیا کہ پورا قرآن باہم مربوط اور منظم ہے۔ اس کی مثال علامہ بقاعی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر "نظم الدرر فی تناسب الآیات و السور" ہے۔ علامہ بقاعی نے اس تفسیر کا آغاز ہی ان الفاظ سے کیا:

"الحمد لله الذى انزل الكتاب متناسبا سوره و آياته، متشابها فواصله و غاياته"

"تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنی کتاب کو اس طرح نازل کیا کہ اس کی سورتیں اور آیات باہم متناسب ہیں اور اپنے فواصل اور اہداف میں مشابہت رکھتی ہے۔"[8]

---

[6] ۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج 1، ص 25

[7] ۔ ایضا، ص 26

[8] ۔ بقاعی، برہان الدین، ابراہیم بن عمر، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، ج 1، ص 2، دار الکتاب الاسلامی، قاہرہ۔

بعض مفسرین نے قرآن کی آیات اور سورتوں کے درمیان ربط و مناسبات بیان کئے۔ انہوں نے پورے قرآن کے درمیان مناسبات بیان نہیں کئے، بلکہ جہاں مناسب سمجھا وہاں مناسبات بیان کئے۔ اس کی مثال امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کبیر، علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر "روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني" اور امام ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر "إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم" ہے۔ زیادہ تر مفسرین نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

امام رازی نے ایک آیت کا دوسری آیت سے اور ایک سورت کا دوسری سورت سے ربط بڑے اچھے طریقے سے بیان کیا۔ انہوں نے آیت کا سابقہ آیت سے ربط بیان کیا اور اس ربط میں بعض اوقات کئی توجیہات بیان کی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ یہ ثابت کیا جائے کہ قرآن کے مربوط اور منظم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر زور دیا کہ ایک سورت کی تمام آیات باہم مربوط ہوتی ہیں اور ان کے درمیان نظم پایا جاتا ہے۔ وہ سورۂ حم السجدۃ کی آیت ﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ﴾[9] کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں: "ہر شخص جو ہٹ دھرمی کی بجائے انصاف سے کام لے گا، اسے یہ بات معلوم ہو گی کہ جس طریقے سے ہم نے اس آیت کی تفسیر بیان کی ہے تو یہ سورت اول سے آخر تک ایک کلام بن جاتی ہے، اس میں نظم پایا جاتا ہے اور یہ ایک ہی غرض کو بیان کرتی ہے۔"[10]

بعض مفسرین نے نظم قرآن کو اعجاز قرآن کا ایک پہلو قرار دیا اور اس کو اپنی تفاسیر میں ثابت بھی کیا۔ اس کی مثال علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے تفکر و تدبر کی راہ اپنائی اور عربی ادب پر عبور حاصل کر کے قرآنی آیات میں نظم و ربط تلاش کیا۔ پھر اس نظم و ربط کو اپنی تفسیر "الکشاف" میں منطبق کر کے دکھایا۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ مختلف قراءتوں پر محققانہ بحث کرتے اور صرف اسی قراءت کو ترجیح دیتے جو نظم کلام میں مدد و معاون ثابت ہو۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کے نظم کو اعجاز قرآن کی وجہ قرار دیا۔ وہ سورۂ ہود کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "قرآن مجید میں وہ نظم ہے جو کسی مخلوق کے بس میں نہیں ہے۔"[11]

بعض مفسرین نے نظم قرآن کو علوم القرآن میں شامل کیا اور جس طرح باقی علوم القرآن کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے انہوں نے نظم قرآن کو بھی ایک علم کے طور پر بیان کیا۔ اس کی مثال علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ علامہ بدر الدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے علوم قرآن پر اپنی مشہور کتاب "البرھان فی علوم القرآن" لکھی۔ اس کتاب میں انہوں نے "معرفة المناسبات بين الآيات" کے عنوان سے نظم قرآن پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔[12] اس میں انہوں نے نظم کے بارے میں علماء کے اقوال و آراء پیش کیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آیات و سور کے مابین ربط کی اقسام بیان کیں۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے علوم قرآن پر اپنی مشہور کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" کے نام سے لکھی۔ اس کتاب میں انہوں نے ایک مستقل باب "فی مناسبة الآيات والسور" قائم کیا۔[13] جس میں انہوں نے مناسبات کی تعریف و اقسام اور نظم قرآن کے بارے

9۔ حم السجدۃ، 41 : 44

10۔ رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، ج27، ص135، دار الفکر، طبع اول، 1981ء

11۔ زمخشری، جار اللہ، محمود بن عمر، الکشاف، ج3، ص187، تحقیق، عادل احمد عبد الموجود، مکتبۃ العبیکان، ریاض، طبع اول، 1998ء

12۔ زرکشی، بدر الدین، البرھان فی علوم القرآن، ج1، ص38، تحقیق، محمد ابو الفضل ابراہیم، مکتبہ دار التراث

13۔ سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج5، ص1836، مجمع الملک فہد، مدینہ منورہ، 1426ھ

میں علماء کے اقوال بیان کئے۔اس کے علاوہ آپ نے بتایا کہ ربط کن پہلوؤں سے ہوتا ہے تاکہ متلاشی نظم کو سہولت رہے۔علم مناسبات پر آپ نے ایک مستقل کتاب "تناسق الدرر فی تناسب السور" بھی لکھی۔علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مناسبت کے علم کو مفید قرار دیا،اس کے بارے میں انہوں نے لکھا ہے:

"مناسبت کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے کلام کے تمام اجزاء آپس میں باہم بوستہ اور پیوستہ بن جاتے ہیں، ربط مضبوط ہو جاتا ہے اور تالیف کلام کا حال اس عمارت کی طرح ہو جاتا ہے جو کہ نہایت محکم اور متناسب اجزاء رکھنے والی ہو۔"[14]

مولانا امین احسن اصلاحی اور جمہور مفسرین کے نظم قرآن پر کام کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ نظم قرآن کا ارتقاء ہوا ہے۔ وقت کی ضرورت کے مطابق مفسرین نے نظم قرآن پر کام کیا ہے اور ایک دوسرے کے کام کی تکمیل کی ہے۔کسی نے نظم قرآن کو اعجاز قرآن کی وجہ قرار دیا، کسی نے آیات و سور کے درمیان ربط قائم کیا، کسی نے ایک سورت کی تمام آیات کے درمیان ربط قائم کر کے اسے مربوط صورت میں پیش کیا، کسی نے سورت کا ایک مرکزی موضوع متعین کر کے اس کے باقی اجزاء کو منظم صورت میں پیش کیا، کسی نے پورے قرآن کو چند حصوں میں تقسیم کر کے اسے ایک منظم کتاب کی صورت میں پیش کیا اور کسی نے نظم قرآن کو ایک مستقل فن کے طور پر پیش کیا ہے۔

مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کا تصور نظم قرآن جمہور مفسرین کے کام کی تکمیل ہے۔مولانا اصلاحی نے نظم قرآن کے تصور کو وسعت دی۔ انہوں نے ہر سورت کا ایک مرکزی مضمون یا عمود بیان کیا اور سورت کے تمام اجزاء کو اس سے وابستہ قرار دیا۔اس طرح سے پوری سورت کو ایک موضوع کے تحت باہم منظم اور مربوط صورت میں پیش کیا۔انہوں نے نظم قرآن کا ایک جامع نظریہ پیش کیا جس میں پورے قرآن کو چند گروپوں میں تقسیم کیا اور قرآن مجید کو ایک منظم اور مربوط کتاب کی شکل میں پیش کیا۔انہوں نے یہ ثابت کیا کہ قرآن ایک منظم اور مربوط کتاب ہے۔پس مولانا اصلاحی اور جمہور مفسرین کے درمیان نظم قرآن کے تصور میں کوئی تضاد نہیں ہے۔البتہ نظم قرآن کے حوالے سے ان کے درمیان اصولی اختلاف موجود ہے جس کو علیحدہ سے بیان کیا جائے گا۔

اب نظم قرآن کی اہمیت کے بارے میں مولانا اصلاحی اور جمہور مفسرین کے نظریات کے درمیان تقابل پیش کیا جاتا ہے۔ نظم قرآن کی تفسیر میں بہت زیادہ اہمیت ہے۔ نظم قرآن فہم قرآن میں مدد دیتا ہے اور اس کے ذریعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن ایک منظم اور مربوط کلام ہے۔ جمہور مفسرین نظم قرآن کی اہمیت کے قائل ہیں۔وہ قرآن مجید کو منظم اور مربوط کتاب تسلیم کرتے ہیں۔انہوں نے تفسیر میں نظم قرآن کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور تفسیر کے دوران نظم قرآن کا خیال رکھنا ضروری قرار دیا ہے۔تفسیر میں الفاظ کے معانی بیان کرنے کے لئے قرآن کے سیاق کا لحاظ رکھنا تقریبا سبھی مفسرین کے ہاں ضروری ہے۔سیاق کلام، نظم قرآن کا ہی ایک حصہ ہے لہذا اگر کوئی مفسر سیاق قرآن کی بات کرتا ہے تو وہ دراصل نظم قرآن کی بات کرتا ہے۔پس جمہور مفسرین کے نزدیک تفسیر قرآن میں نظم قرآن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔دلیل کے طور پر علماء کے چند اقوال پیش کئے جاتے ہیں:

---

[14]۔ایضاء ص1840

1. امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "البرھان فی علوم القرآن" میں لکھتے ہیں: "مفسرین کو نظم قرآن کی رعایت سے ہی آیات کا مفہوم متعین کرنا چاہیے۔ خواہ اس کے لئے لغوی معنی کی بجائے مجازی معنی ہی کیوں نہ لینا پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ جب آیت کا مفہوم سیاق کلام کی رعایت سے بیان کرتے ہیں تو اس اعتماد کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ گویا کوئی اور مفہوم ہو ہی نہیں سکتا۔"[15] یہاں پر امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کی تفسیر کے لئے نظم قرآن کو لازمی قرار دیا ہے۔
2. امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "فتأمل ما قبل الآیۃ وما بعدھا لیطلعک علی حقیقۃ المعنی"[16] "پس تم آیت سے پہلے کلام اور اس کے بعد والے کلام پر غور کرو تاکہ تم معنی کی حقیقت تک پہنچ جاؤ۔" اس میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ آیت کے سیاق وسباق کو معنی کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے لازمی قرار دیتے ہیں۔ سیاق وسباق، نظم قرآن کا ایک جزو ہے لہذا امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نظم قرآن کے ذریعے معنی کی حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں اور تفسیر میں اس کا خیال رکھنا چاہیے۔
3. علامہ رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر "المنار" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: "سب سے افضل قرینہ جو ہمیں کسی لفظ کے معنی کی حقیقت کے بارے میں بتاتا ہے وہ یہ ہے کہ معنی اس سے پہلے کلام سے موافقت رکھتا ہو اور کلام کے عمومی معنی سے اتفاق رکھتا ہو اور قرآن کے عمومی مقصد کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔"[17] اس میں علامہ رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ہے کہ کسی لفظ کی حقیقت کے بارے میں جاننے کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں: ایک سابقہ کلام سے موافقت، دوسرے کلام کے عمومی معنی سے اتفاق اور تیسرے قرآن کے عمومی مقصد سے مطابقت رکھتا ہو۔ یہ تینوں چیزیں نظم قرآن سے متعلق ہیں لہذا علامہ رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ یہاں پر معنی کی حقیقت کے بارے میں جاننے کے لئے جو ضروری قرینہ قرار دیتے ہیں، وہ نظم قرآن ہے۔
4. علامہ بقاعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر "نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور" میں رقمطراز ہیں: "قرآن کے مناسبات کا علم ایسا علم ہے جس کے ذریعے سے قرآن کے اجزاء کی ترتیب کے پیچھے کارفرما اسباب کا پتہ چلتا ہے۔ اور یہی علم بلاغت کا اصل راز ہے جس کے ذریعے سے مقتضائے حال کے مطابق صحیح مفہوم کی ادائیگی ہوتی ہے---اس علم کی تفسیر سے ایسی نسبت ہے جیسے علم بیان کی نحو سے ہے۔"[18] علامہ بقاعی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مفہوم کی ادائیگی کے لئے مناسبات یعنی نظم قرآن کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے اپنی پوری تفسیر "نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور" نظم قرآن کے مطابق لکھی ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نظم قرآن کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ وہ نظم قرآن کو تفسیر میں اصل کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ نظم قرآن کو بنیاد بنا کر انہوں نے اپنی پوری تفسیر نظم قرآن کے مطابق لکھی ہے۔ نظم قرآن کی راہ میں اگر انہیں کوئی بھی رکاوٹ نظر آتی ہے تو اسے راستے سے ہٹا دیتے ہیں اور نظم قرآن کو ہی حتمی سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب "مبادی تدبر قرآن" میں فرماتے ہیں: "قرآن مجید کی تفسیر میں

---

[15] ۔ زرکشی، البرھان فی علوم القرآن، ج1، ص327

[16] ۔ ابن تیمیہ، احمد بن حلیم، تقی الدین، مجموع الفتاوی، ج15، ص196، تحقیق، عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، مجمع الملک فہد، مدینہ منورہ، سعودی عرب، 1995ء

[17] ۔ رشید رضا، تفسیر المنار، ج1، ص22، دار المنار، قاہرہ، طبع دوم، 1947ء

[18] ۔ بقاعی، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، ج1، ص6

اصل الاصول خود قرآن کے الفاظ، اس کے شواہد و نظائر اور کلام کے سیاق وسباق اور اس کے نظم کا لحاظ ہے۔ ضروری ہے کہ ہر آیت کی تاویل میں ان چیزوں کو مقدم رکھا جائے۔"[19] پس مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نظم قرآن اصل الاصول کی حیثیت رکھتا ہے۔

جمہور مفسرین کے ہاں نظم قرآن کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اور تفسیر کے دوران اس کا خیال رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی طرح مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی نظم قرآن کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے یہاں تک کہ انہوں نے اپنی مکمل تفسیر نظم قرآن کے مطابق لکھی ہے۔ پس دونوں کے درمیان اس بات میں اتفاق ہے کہ نظم قرآن کو تفسیر میں اہمیت دی جائے۔

اب نظم قرآن کی حیثیت کے بارے میں مولانا اصلاحی اور جمہور مفسرین کے نظریات کا تقابل پیش کیا جاتا ہے۔ نظم قرآن کی حیثیت کا مطلب یہ ہے کہ نظم قرآن کی اصولی طور پر کیا حیثیت ہے؟ کیا یہ قطعی ہے یا ظنی؟ مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نظم قرآن کو قطعی حیثیت حاصل ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "مبادی تدبر قرآن" میں تفسیر کے چار قطعی اصول بیان کئے ہیں:[20]

1. قرآن کی زبان
2. نظم قرآن
3. تفسیر قرآن بالقرآن
4. سنت متواترہ و مشہورہ

تفسیر کے چار قطعی اصولوں میں نظم قرآن بھی شامل ہے، اس لئے ان کے نزدیک نظم قرآن قطعی ہے۔ وہ اپنی کتاب "مبادی تدبر قرآن" میں دوسرا قطعی اصول " نظم قرآن "بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: " قرآن مجید کے سمجھنے میں دوسری چیز جس کا اہتمام ناگزیر ہے اور جو صحیح تاویل کے تعین میں ایک فیصلہ کن عامل ہے وہ کلام کا نظم ہے۔"[21] پس نظم قرآن کو ان کے نزدیک قطعیت کا درجہ حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر نظم کے خلاف کوئی روایت یا حدیث یا سبب نزول سامنے آئے تو وہ اس کو قبول نہیں کرتے بلکہ نظم کے مطابق تفسیر کرتے ہیں اور نظم کو ہی حرف آخر اور فیصلہ کن حیثیت مانتے ہیں۔ اسی نظم کو سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے قرآن کی مکمل تفسیر لکھی ہے۔

جمہور مفسرین کے نزدیک نظم قرآن ظنی ہے، قطعی نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ علم مفسر کے غور و فکر اور اجتہاد پر مبنی ہے۔ مختلف مفسرین مختلف توجیہات پیش کرتے ہیں اور بعض اوقات ایک مفسر کی رائے دوسرے مفسر سے مختلف ہوتی ہے۔ ان آراء میں سے کوئی چیز قرآن وحدیث میں منصوص نہیں ہے۔ لہذا ان میں صحت اور خطاء کا امکان بھی ہوتا ہے یعنی یہ آراء صحیح بھی ہو سکتی ہیں اور ان میں خطاء کا امکان بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے جمہور مفسرین نے نظم قرآن کو غور و فکر کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ یہاں پر دلیل کے طور پر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ذکر کی جاتی ہے۔ وہ اپنی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں بیان کرتے ہیں:

---

[19] ۔ امین احسن اصلاحی، مبادی تدبر قرآن، ص 181

[20] ۔ ایضا، ص 191

[21] ۔ ایضا، ص194

"بعض متاخرین کا کہنا ہے کہ قرآن مجید کی تمام آیات کی باہمی مناسبت کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ غور کرو کہ سورت کس مقصد (موضوع) کے لیے لائی گئی ہے، پھر یہ غور کرو کہ اس مقصد کے لیے کن مقدمات کے ذکر کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر تم مطلوب کے قرب و بعد کے لحاظ سے ان مقدمات کی درجہ بندی (تفاوت) پر غور کرو۔ پھر مقدمات کی رواں بیانی میں تم اس بات پر غور کرو جس کی طرف سامع کی توجہ خود بخود مبذول ہوتی ہے اور وہ چیزیں (اس سیاق کلام میں موجود) احکام یا کلام کے تابع اور اس کے لوازمات ہوتے ہیں۔ یہی وہ بنیادی کلیہ ہے جو قرآن مجید کے تمام اجزاء کے باہمی ربط پر مہیمن ہے لہٰذا جب تم اسے سمجھ لو گے تو پھر تمہارے لیے بالتفصیل ہر آیت کا دوسری آیت اور ہر سورت کا دوسری سورت سے جو ربط ہے وہ سمجھ میں آ جائے گا۔"[22]

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے ہے کہ نظم قرآن کی تلاش کے لئے "غور و فکر" کی ضرورت ہے۔ یہ غور و فکر ہر مفسر کا دوسرے مفسر سے مختلف ہوتا ہے جس کے نتیجے میں نظم قرآن کی توجیہات بھی بعض اوقات مختلف ہو جاتی ہیں۔ یہی رائے باقی مفسرین کی بھی ہے۔ پس جمہور مفسرین کے نزدیک نظم قرآن کا علم "غور و فکر" پر مبنی ہے اور غور و فکر کے نتیجے میں ظنی علم حاصل ہوتا ہے نہ کہ قطعی۔ اس لئے جمہور کے نزدیک نظم قرآن کا علم ظنی ہے، قطعی نہیں ہے۔

مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے ہے کہ نظم قرآن قطعی ہے۔ اس کے برعکس جمہور مفسرین کی یہ رائے ہے کہ نظم قرآن ظنی ہے، قطعی نہیں ہے۔ مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں غلو ہے کیونکہ نظم قرآن میں "غور و فکر اور اجتہاد" کا دخل ہے۔ جس کے نتیجے میں خطاء اور صواب دونوں کا امکان ہوتا ہے۔ یعنی نظم قرآن میں پیش کی جانے والی توجیہ مفسر کی اپنی رائے ہوتی ہے جو صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی۔ اس لیے اسے قطعی قرار دینا درست نہیں ہے۔

نظم قرآن کے ظنی ہونے پر ایک بہت بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ نظم قرآن بیان کرنے والے مفسرین کے درمیان نظم قرآن کے بیان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بقاعی رحمۃ اللہ علیہ ان تینوں کے نظم قرآن میں واضح فرق نظر آتا ہے۔ اسی طرح نظم قرآن کی قطعیت کے داعی مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے استاد مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بھی نظم قرآن کی توجیہات میں بعض اوقات اختلاف ہو جاتا ہے۔ یہ اختلاف ان کی تفاسیر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اگر ان دونوں میں بھی اختلاف ہے تو نظم قرآن قطعی کیسے ہو سکتا ہے؟ یہاں پر ان کے اختلاف کی صرف ایک مثال ذکر کی جاتی ہے۔

مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے قرآن مجید کی سورتوں کی گروپ بندی کی ہے۔ دونوں کے درمیان اس گروپ بندی میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سورتوں کے گروپ نو (9) ہیں جبکہ مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سورتوں کے گروپ سات (7) ہیں۔ پھر ان گروپوں میں سورتوں کی تقسیم میں بھی اختلاف ہے۔ اس کی وضاحت کی یہاں پر ضرورت نہیں ہے۔ یہ گروپ بندی مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ اس غور و فکر میں دونوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا ہے لہٰذا اس گروپ بندی کو قطعیت کا درجہ کیسے دیا جا سکتا ہے جس میں قطعیت کا دعوی کرنے والوں کے درمیان ہی اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے

[22] ۔ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج5، ص1846

کہ نظم قرآن قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے۔ نظم قرآن کی بنیاد قرآن مجید کی ترتیب ہے، وہ ترتیب تو توقیفی ہے لیکن نظم قرآن توقیفی نہیں ہے بلکہ وہ ظنی واجتہادی ہے۔

اب نظم قرآن اور اصول تفسیر سے متعلق مولانا اصلاحی اور جمہور مفسرین کے نظریات کا تقابل پیش کیا جاتا ہے۔ نظم قرآن تفسیر کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے۔ یہاں پر یہ جائزہ لیا جائے گا کہ نظم قرآن کا باقی اصول تفسیر سے کیا تعلق ہے؟ نیز اصول تفسیر میں اس کا کیا مقام ہے؟ مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نظم قرآن کو دوسرے اصول تفسیر کی نسبت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نے "نظم قرآن" کو تفسیر کے داخلی وسائل میں شامل کیا ہے اور خارجی وسائل کو اس کے تابع کر دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں خارجی وسائل "نظم قرآن" کے تابع ہو جاتے ہیں۔ دراصل مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فہم قرآن کے دو قسم کے وسائل ہیں:

1. فہم قرآن کے داخلی وسائل
2. فہم قرآن کے خارجی وسائل

فہم قرآن کے داخلی وسائل ان کے نزدیک تین ہیں:

1. قرآن مجید کی زبان
2. قرآن مجید کا نظم
3. تفسیر قرآن بالقرآن (قرآن مجید کے نظائر وشواہد)

مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فہم قرآن کے خارجی وسائل درج ذیل ہیں:

1. سنت متواترہ ومشہورہ
2. احادیث وآثار صحابہ
3. شان نزول
4. کتب تفسیر
5. قدیم آسمانی صحیفے
6. تاریخ عرب

مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں داخلی وسائل کو تفسیر میں بنیادی اہمیت حاصل ہے اور خارجی وسائل داخلی وسائل کے تابع ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"اگرچہ اپنے امکان کی حد تک میں نے ان (خارجی وسائل) سے بھی فائدہ اٹھایا ہے لیکن ان کو داخلی وسائل کے تابع رکھ کر ان سے استفادہ کیا ہے۔ جو بات قرآن کے الفاظ، قرآن کے نظم اور قرآن کی خود اپنی شہادتوں اور نظائر سے واضح ہو گئی ہے وہ میں نے لے لی ہے۔ اگر کوئی چیز اس کے خلاف میرے سامنے آئی ہے تو میں نے اس کی قدر وقیمت اور اہمیت کے اعتبار سے اس کو جانچا ہے۔ اگر دینی وعلمی پہلو سے وہ کوئی اہمیت رکھنے

والی بات ہوئی ہے تو میں نے اس پر تنقید کر کے اس کو سمجھنے اور اس کے صحیح پہلو کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اگر بات کچھ یوں ہی سی ہوئی ہے تو اس کو نظر انداز کر دیا ہے۔ بے ضرورت اس پر طبع آزمائی نہیں کی ہے۔"[23]

پس مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں نظم قرآن خارجی وسائل سے زیادہ اہم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نظم قرآن کو سنت، حدیث، اسباب نزول اور کتب تفسیر وغیرہ سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور نظم قرآن کو ان پر ترجیح دیتے ہیں۔

جمہور مفسرین نے اصول تفسیر میں تفسیر کے درج ذیل مصادر و مآخذ بیان کئے ہیں:

1. تفسیر القرآن بالقرآن
2. تفسیر القرآن بالحدیث النبوی
3. تفسیر القرآن باقوال الصحابۃ
4. تفسیر القرآن باقوال التابعین
5. تفسیر القرآن باللغۃ العربیۃ
6. التفسیر بالرائے

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب "مقدمہ فی اصول التفسیر" میں فرماتے ہیں:

"اگر کوئی پوچھے کہ تفسیر کے بہترین طریقے کونسے ہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ اس میں سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن کے ذریعے کی جائے۔ پس اگر تم سے یہ نہ ہو سکے تو پھر سنت سے تفسیر کی جائے--- اور اگر ہمیں قرآن و سنت دونوں میں تفسیر نہ ملے تو اقوال صحابہ کی طرف رجوع کیا جائے--- اگر تمہیں تفسیر، قرآن و سنت میں نہ ملے اور نہ ہی صحابہ کے اقوال میں ملے تو اکثر ائمہ کے نزدیک تابعین کے اقوال کی طرف رجوع کیا جائے۔ اگر تابعین کا اختلاف ہو تو ان کی بات دوسرے تابعین یا بعد والوں پر حجت نہ ہو گی بلکہ اس بارے میں لغت قرآن و حدیث یا عربوں کی لغت کو دیکھا جائے۔"[24]

جمہور مفسرین نے عام طور پر اصول تفسیر میں نظم قرآن کو شامل نہیں کیا ہے۔ وہ نظم قرآن سے استفادہ کرتے ہیں اور اس کو فوائد و نکات کی حد تک ہی رکھتے ہیں۔ عام طور پر اس کو باقاعدہ اصول تفسیر میں جگہ نہیں دی گئی۔

مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم قرآن کو تفسیر کے بنیادی مآخذ میں شامل کیا ہے۔ اگر اس کو اصول تفسیر میں بھی شامل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نے باقی اصول تفسیر کو نظم قرآن کے تابع کر دیا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نے خارجی وسائل اور داخلی وسائل کی تقسیم جمہور مفسرین سے بالکل مختلف کی ہے۔ پھر خارجی وسائل کو داخلی وسائل کے تابع کرنا بھی جمہور کے اصول تفسیر کے خلاف ہے۔ جس کے نتیجے میں مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت، احادیث اور اسباب نزول نظم قرآن کے تابع ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ جمہور

[23] ۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج1، ص13، 14

[24] ۔ ابن تیمیہ، تقی الدین، احمد بن حلیم، مقدمہ فی اصول التفسیر، ص39-46، دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، 1980ء

کے نزدیک تفسیر القرآن بالقرآن کے بعد سب سے زیادہ اہمیت احادیث اور آثار صحابہ کو حاصل ہے۔یہی اصولی اختلاف ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بھی جمہور مفسرین سے بہت مختلف ہو جاتی ہے۔یہ درست نہیں ہے کہ نظم قرآن کو بنیاد بنا کر دوسرے اصول تفسیر کو اس کے تابع کر دیا جائے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ نظم قرآن کو ایک اصول تفسیر کے طور پر لیا جائے اور اسے باقی اصول تفسیر پر ترجیح نہ دی جائے بلکہ ہر اصول کو اس کے مطابق صحیح اہمیت دی جائے جس کے نتیجے میں ایک صحیح تفسیر سامنے آئے۔

خلاصہ بحث

اس بحث کا خلاصہ چند نکات کی صورت میں درج ذیل ہے:

1. نظم قرآن کے بارے میں مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور مفسرین کے درمیان بعض چیزوں میں اتفاق ہے اور بعض چیزوں میں اختلاف ہے۔
2. مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نظم قرآن اور اس کی اہمیت کے قائل ہیں، جمہور مفسرین بھی نظم قرآن اور اس کی اہمیت کے قائل ہیں۔اس میں اتفاق ہے۔
3. نظم قرآن کے مفہوم اور تصور کے بارے میں مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور مفسرین کے درمیان ظاہری اختلاف ہے، حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور کے تصور اور کام کی تکمیل کی ہے۔
4. مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کے درمیان نظم قرآن کے بارے میں اصولی اختلاف ہے۔
5. مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے ہے کہ نظم قرآن قطعی ہے جبکہ جمہور مفسرین کے نزدیک نظم قرآن ظنی ہے۔
6. مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نظم قرآن کو اصل حیثیت حاصل ہے جبکہ جمہور مفسرین کے نزدیک زیادہ سے زیادہ نظم قرآن ایک اصول تفسیر ہے اور اسے اصل کی حیثیت حاصل نہیں ہے۔
7. مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کے خارجی وسائل کو نظم قرآن کے تابع کر دیا ہے۔جس کے نتیجے میں وہ احادیث، اسباب نزول اور آثار صحابہ و تابعین کو نظم قرآن کے تابع کر دیتے ہیں۔جمہور مفسرین تمام اصول تفسیر کو اہمیت دیتے ہیں اور باقی اصول تفسیر کو نظم قرآن کے تابع نہیں کرتے۔